پاکستانی اور خلافت عثمانی کے مسلم عائلی قوانین کا تحلیلی و تقابلی جائزہ

Muslim Family Laws of Pakistan and Ottoman Empire: Analytical and Comparative study

*ڈاکٹر محمد فاروق: اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، گوجرہ۔ Prohafizfarooq729@gmail.com

** بلال حسین: ریسرچ آفیسر، اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد۔ hmbilal1204@gmail.com

***ڈاکٹر امتیاز احمد: شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ۔ imtiazahmed010@gmail.com

ABSTRACT

Family is referred as the fundamental brick of any society divulging its comprehensive purview of marital relations, culture, and religion. Islam gives much importance to marital matters after the worships as an ample symbol of Muslim cultural identity. The Ottoman Empire was one of the enormous and long-enduring dynasties in the history of the world. It was the fourth major caliphate established in Islamic history. Muslim world refined its family laws empowering the women and children from the perspective of human rights and gender equality in the Ottoman Empire. The reforms phenomenon inspired various countries around the world as the model for several states' family codes particularly the Middle East. Pakistan is an Islamic country and usually legislation is enacted in accordance with the injunctions of Islam. The current research presents analytical review of Pakistani Muslim Family Law Ordinance 1961 and the Ottoman Law of Family Rights 1917. It estimates their resemblance and contradictory status under Islamic and legal spirits. This research focuses on the comparison between the two legislations. This paper highlights the areas where the rights of the children and women are protected in these laws. The present study compares the both laws and highlights the salient features of the legislations to improve the existing family laws. The legal and Shariah analysis of the both laws will be discussed. This study finally recommends the suggestions to enact the laws for the better status of women and children.

Keywords: Family Law, Pakistan, Ottoman Empire, Marriage, Divorce

تعارف

خاندان کسی معاشرہ کی بنیادی اکائی ہوتا ہے جو اس کے مذہبی، ثقافتی اور ازدواجی تعلقات کے جامع دائرہ کار کو بیان کرتا ہے۔ مسلم معاشرہ میں عبادات کے بعد ازدواجی معاملات کو اہم ثقافتی علامت کا درجہ حاصل ہے۔ معاشرتی ومعاشی، سیاسی و ثقافتی اور جنگی ماحول کی وجوہات نے خلافت عثمانیہ کو نہ صرف انتظامی اور عسکری بلکہ قانونی اور ثقافتی شعبوں میں بھی اصلاحات کرنے پر مجبور کر دیا۔ انسانی حقوق اور صنفی مساوات کے تناظر میں خواتین کی معاشرتی حیثیت کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے پاکستان اور خلافت عثمانیہ کے دونوں عائلی کمیشن نے مسلم عائلی قوانین میں اصلاحات متعارف کیں۔ زیر نظر مقالہ میں پاکستانی فیملی لاز آرڈیننس (۱۹۶۱) اور خلافت عثمانی آرڈیننس (۱۹۱۷) کا تحلیلی و تقابلی جائزہ لیا جائے گا۔ اس ضمن میں قرآن و سنت اور اسلام کے فقہی بنیادی اصولوں کے مطابق مذکورہ قوانین میں عورتوں و بچوں کے فراہم کردہ حقوق کی نشاندہی کی جائے گی۔ مذکورہ قوانین کی تدوین و تسدید میں اختیار کردہ جدید فقہی اصول و ضوابط کی روشنی میں عائلی قوانین کی مزید راہ ہموار کرنے کے لیے تجاویز و سفارشات پیش کی جائیں گی۔

عثمانی عائلی اصلاحات

خاندان فرد کی انفرادی واجتماعی زندگی کا منبع و محافظ ہے۔ اسلامی عائلی قوانین کا انحصار قرآن وسنت یا فقہی ذخیرہ کتب پہ ہے۔ مسلم دنیا میں پہلی دفعہ خلافت عثمانیہ نے خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لیے عائلی قوانین میں اصلاحات کیں۔ یہ خلافت تقریباً چھ صدیوں (۱۳۰۰۔ ۱۹۲۴) سے زیادہ، مشرق وسطی، مشرقی یورپ اور شمالی افریقہ کے وسیع علاقے پر سپر پاور رہی۔[1] عثمانیوں نے اپنے کثیر المدنیت معاشرہ کیلئے محصولات، فوجی اور تجارتی شعبوں میں قوانین کا نفاذ کیا اور ۱۸۷۶ء میں "مجلّہ احکام عدلیہ" کے نام سے اسلامی قوانین کی پہلی باقاعدہ دفعہ وار تدوین کی روایت ڈالی۔ انیسویں صدی سے قبل کئی جغرافیائی تبدیلیاں ہوئیں، نئے ٹیکسز کا نظام متعارف کروایا گیا اور فوجی و بحری صلاحیتوں میں بھی کچھ حد درجہ اضافے ہوئے لیکن عائلی معاملات میں روایتی فقہی کتب سے ہی استفادہ کیا جاتا رہا۔[2] مغربی ثقافت کی آزادی اور انقلاب کی فضا کے اثرات خلافت عثمانیہ تک بھی پہنچے اور جمہوری حقوق کی صدائے باز گشت سے کئی تنظیموں نے جنم لیا۔ انیسویں صدی کے محرک مصطفیٰ راشد کو "بابائے تنظیمات" کا لقب دیا جاتا

---

[1] *Donald Quataert, The Ottoman Empire 1700–1922(New York: Cambridge University Press, 2005),P: 3.*

[2] *Roderic H Davison, Reform in the Ottoman Empire, 1856-1876, (New Jersey, United States: Princeton University Press 2016),1/10*

ہے۔[1] اس اصلاحاتی دور میں خلافت سے جمہوریت کے سفر میں پارلیمنٹ اور آئین کے وجود کیساتھ "ینگ ترک" نامی تنظیم یورپ کے تناظر میں اصلاحات کی خواہاں تھی جسے بڑے پیمانے پر مقبولیت حاصل ہوئی۔ بعدازں اسی حلقہ نے عطاترک کو شہریت دی۔[2] ۱۹ ویں صدی کے اواخر اور ۲۰ صدی کے اوائل میں جدیدیت کی تحریکوں نے خواتین کی معاشرتی حیثیت اور حقوق پہ آواز اٹھائی۔ پریس نے میگزین، رسائل وجرائد اور اخبارات میں متاثرہ خواتین اور خاندانی معاملات کی نازک صورتحال کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۸۶۸ء میں پہلا اخبار "ترقی" شائع ہوا پھر خواتین سے امتیازی سلوک کو "تین خواتین" کے نام سے چھاپا گیا۔ ۱۸۶۹ء میں اسی اخبار نے ایک دیہاتی خاتون نے تعدد ازدواج کے معاملہ سوال اٹھایا۔ ۱۸۸۸ء میں باقاعدہ علیحدہ "خواتین کی ترقی" مقالہ شائع ہونے لگا۔ ینگ ترک قائد نامق کمال نے "عبرت" اخبار کا آغاز کیا جس میں طے شدہ شادی اور خواتین کے حقوق پہ آواز اٹھائی۔ مزید برآں ضیاء پاشا، علی سویو اور سناسی کی تحریریں بھی خواتین کے حقوق اور اصلاحات پہ شائع ہوئیں۔[3] احمد جوادات پاشا[4] کی بیٹی فاطمہ علی کدمیر سمیت کئی بااثر سرکاری افسران کی خواتین نے حقوق خواتین تحریکوں میں شمولیت اختیار کی۔ ۱۸۹۵ء میں فاطمہ علی کدمیر نے تعدد ازدواج پہ باقاعدہ مقالہ مدون کیا۔[5]

مسلسل ماحول کے تبدل و تغیر، جنگی فضا، معاشرتی و معاشی اور سیاسی و سماجی تبدیلیوں سے خاندانی معاملات کافی ناگفتہ بہہ ہوگئے۔ قاضی/جج کے لیے غیر مدون مختلف فقہی کتب سے منتشر آراء سے استفادہ کرکے فیصلہ کرنا دقت طلب امر تھا۔ سرکاری روایتی حنفی مذہب عائلی معاملات میں شرعی احکام کی سخت تعبیرات پیش کرتا تھا جس سے نئی متقاضی حالات تعبیرات کی ضرورت تھی۔ مزید برآں کثیر المدنیت معاشرہ کی وجہ سے نیم خود مختاری کے غلط استعمال اور ریاستی اتحاد کی تقسیم نے خلافت عثمانیہ کو ایک جامع عائلی قانون کی تشکیل پہ توجہ مبذول کروائی۔ چھ صدیوں سے

---

[1] *Kevin Goodwin, "The Tanzimat and the Problem of Political Authority in the Ottoman Empire: 1839-1876," Honors Projects Overview. 5. (2006),P: 109.*
[2] *Young Turks Turkish Nationalist Movement," Encyclopedia Britannica, accessed February 28, 2020, https://www.britannica.com/event/Tanzimat.*
[3] *Vuslat Devrim Altınöz, "The Ottoman Women's Movement: Women's Press, Journals, Magazines and Newspapers from 1875 to 1923." (Master of Arts, Faculty of Miami University, 2003), P:53.*

[4] وزیر انصاف اور مجلہ کمیشن کے سربراہ تھے۔

Minister of Justice and head of Mejallah Commission.
[5] *Eric R Dursteler , "Women in the Ottoman Empire" (USA: Oxford University Press 2010), P:4.*

طویل سپر پاور چوتھی عظیم مسلم خلافت کی اردو تاریخ شاذ ہے جبکہ اس کے قانونی نظام خصوصاً عائلی قوانین پہ چند سطور بھی ناپید ہیں۔ خلافت عثمانیہ کا عائلی قانون کم عمری کی شادی، رضامندی، ولی کا اختیار، مہر تعدد ازدواج، نکاح و طلاق کا اندراج، عدالتی طلاق اور نفقہ وغیرہ جیسے اہم مسائل پہ محیط مسلم دنیا کی اولین عائلی دستاویز تھی۔ کلاسیکی دور کے روایتی فقہی ذخیرہ کے برعکس تلفیق و تخیر جیسے اجتہادی طریقہ کار کی روشنی میں تسدید و تدوین ہوئی۔ یہ دنیا کے مختلف مسلم اکثریتی ممالک خصوصاً مشرق وسطی کے عائلی قوانین کے لیے نمونہ بنالہٰذا اس اہم اسلامی ورثہ پہ ایک مفصل اور تجزیاتی مطالعہ کی اشد ضرورت ہے۔

پاکستانی عائلی اصلاحات

برصغیر میں آمد اسلام کے بعد ۱۳ویں صدی میں سلطنت دہلی کے قیام کیساتھ شریعت باقاعدہ متعارف ہوئی۔ تمام مسلم وغیر مسلم شہری مذہبی روایات کے مطابق خاندانی معاملات میں آزاد تھے۔ مغلیہ سلطنت اور انگریز کے اوائل ادوار میں جغرافیائی وسیاسی مصلحت کے پیش نظر خاندانی قوانین کو تبدیل نہ کیا گیا۔ مالی وانتظامی نگرانی کیساتھ ساتھ ۱۷۷۲ء میں قاضی عدالتوں کو محدود کردیا گیا۔[1] ۱۸۵۶ء کے بنگال ایکٹ میں نکاح و طلاق کی رضاکارانہ رجسٹریشن، سنی و شیعہ رجسٹرار، نکاح اور خلع وطلاق کی قسم وغیرہ کا علیحدہ علیحدہ اندراج پہ دفعات متعارف کروائی گئیں۔[2] بعدازاں جمعیت علماء ہند نے شریعت بل ۱۹۳۷ء کی تحریک چلائی۔ مجلس قانون ساز میں نمائندگی پہ مسلمانوں نے یہ پہلی قانونی دستاویز پیش کی جس کی مسلم لیگ نے سیاسی بنیادوں پہ حمایت نہ کی۔[3]

۱۹۲۷ء میں یوپی مجلس قانون ساز نے مسلم میرج ذیلی کمیٹی بنائی جس کا مقصد مسلمانوں کے نکاح وطلاق کے معاملات پہ قانون سازی تھا۔ سر شاہ سلیمان صدر جبکہ ممبران میں مولانا کفایت اللہ دہلوی، مولانا نعیم الدین مرادآبادی، مولانا قطب الدین فرنگی، سید سلیمان ندوی اور ڈاکٹر شفاعت احمد خان شامل تھے۔ کمیٹی کے لکھنؤ میں متعدد اجلاس ہوئے اور علماء معززین کے آراء کے تناظر میں رپورٹ تیار کرکے مجلس قانون ساز میں پیش کی گئ۔ اختلافات کے باعث متفق نکات پہ ایک علیحدہ رپورٹ تیار کی گئی۔ اندراج نکاح وطلاق اور تقرر قضاۃ کے عنوانات کے تحت بحث ہوئی۔ اندراج نکاح و

[1] *Muhammad Tariq, Wajid Mehmood, Islamization in Colonial India, An Analysis Of The Sharia Bill 1934 In The North West Frontier Province, Journal of the Punjab University Historical Society Vol No. 32, Issue No. 2, July - December 2019*

[2] *The Bengal Muhammadan Marriages and Divorces Registration Act, 1876*

[3] *Mahmood, Muslim Personal law, 30; Karin, A. Deutsch, Darwin College, Muslim Women In Colonial North India Circa 1920-1947: Politics, Law And Community Identity, PhD Dissertation, University of Cambridge, July 1998),p: 213*

طلاق کی حمایت میں قرآن و حدیث کے علاوہ سنن نسائی سے تفرق الزوجین عن زواجتھما کے عنوان اور کئی فقہی کتب کے محولہ جات پیش کئے گئے۔[1] اسی طرح فتاوی عالمگیری کی کتاب المحاضر والسجلات، کتاب الشرط اور کتاب الوکالات کے تحت کئی وثائق سے استدلال کیا گیا ہے۔ نکاح خواں کی قابلیت اور مسلم قاضی پہ بھی بحث کی گئی۔ علاوہ ازیں کئی مسلم سلطنتوں کے عملی نظم و ضبط پیش کرتے ہوئے جبری اندارج کو مسلم حاکم وقت کا شرعی اختیار تسلیم کیا گیا۔ اسی طرح قاضی کے لئے نکاح و فسخ و طلاق اور متعلقات کے اختیارات تسلیم کئے گئے۔[2] خلافت عثمانیہ اور پاکستانی عائلی قوانین کا تدوینی ارتقاء اور اصلاحات میں مماثلت و مفارقت پائی جاتی ہے۔ مذکورہ قوانین کے موازنہ سے دیگر شخصی قوانین جیسے بچوں کی تحویل، انتظام جائیداد، اور وراثت سے متعلق موثر قانون سازی کی راہ ہموار ہوگی بلکہ عورتوں اور بچوں کے حقوق کو مزید تحفظ حاصل ہوگا۔

تدوینی ارتقاء

عثمانی عائلی قانون ۱۹۱۷ء

مجلّہ احکام عدلیہ سے پہلے کوئی باقاعدہ قانون سازی نہیں تھی بلکہ فقہاء کے دریافت کردہ قواعد کی روشنی میں نظام قضا چلتا تھا۔ قانونی یکسانیت کی ابتدائی کوششیں محض مختصر کتب اور فتاوی جات کی تالیف ہیں۔ سول معاملات کو منظّم کرنے کے لئے پہلا باقاعدہ اسلامی سول ضابطہ ،، مجلّہ الاحکام العدلیہ،، کے نام سے نافذ کیا گیا تھا۔[3] ۱۸۷۰ سے ۱۸۷۷ تک و زیر انصاف، احمد جواد پاشا کی نگرانی میں ایک کمیشن نے اس کا مسودہ تیار کیا۔ یہ مجلّہ ایک ابتدائیہ اور ۱۶ ابواب پہ مشتمل تھا۔ ابتدائیہ میں ۹۹ شرعی قواعد قانونی اعانت کے لیے تھے اور زیادہ تر مسودہ حنفی نقطہ نظر پر مبنی تھا۔[4] ۱۹۱۵ء میں خواتین کو حق طلاق کے متعلق ازدواجی قانون میں اصلاحات کے لئے دو شاہی فرمان جاری کیے گئے۔

---

[1] النسائی، احمد بن شعیب، سنن نسائی، کتاب المزارعۃ والوثائق، (مطبوعہ نظامی: لاہور، ن۔د)، ص: ۶۱۵

Al-Nisai , Ahmed bin Shuaib, Sunan an-Nasa'i, Chapter: Al-Muzari'a wl-wsa'iq, (Nizami Publisher: Lahore), P.615

[2] ندوی، سلیمان، یوپی مجلس قانون ساز، **معارف**، (دہلی) شمارہ نمبر 5، (۱۹۲۰ء) ص: ۵۹

Nadwi, Suleiman, UP Legislative Assembly , Ma'arif,(Dehli),1920, vol.5,p:59

[3] *Zulfiqar, "Islamization of Laws: Various Determinants, Modern State and Codification," P: 21-4.*

[4] *Zanki, "Codification of Islamic Law Premises of History and Debates of Contemporary Muslim Scholars," P: 127-137*

مالکی و حنبلی آراء سے استفادہ کرتے ہوئے خاوند کے چھوڑنے اور بیماری کی بنیاد پہ حق طلاق دیا گیا۔ بعدازں کمیٹی نے خاندانی معاملات پہ حنفی مذہب کی راجح اور شاذ آراء مرتب کیں ۔ ایک اور کمیٹی نے ان آراء پہ نظر ثانی کے بعد کتاب النفقات مدون کرکے عملی اطلاق کے لئے عدالتوں کو بھجوادیا۔[1] سی یو پی (اتحادوترقی کمیٹی) [2]حکومت نے سول، تجارتی اور خاندانی ضوابط تیاری کے لئے تین کمیشن تشکیل دیئے۔ خاندانی کمیشن انچارج نے اسلامی، برطانوی، جرمن، امریکی، آسٹریا اور ہنگری کے خاندانی قوانین کا مطالعہ کیا[3] اور کے بعد خلافت عثمانیہ کے غیر مسلم شہریوں کے خاندانی قوانین کے مطالعہ کے لئے ایک ذیلی کمیشن تشکیل دیا۔[4] سی یو پی کے تشکیل کردہ کمیشن میں سے محض خاندانی کمیشن اپنا مشن مکمل کرسکا۔[5] اس کمیشن کے تیار کردہ مسودہ پہ سلطان محمد خامس نے ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۷ء کو توثیق کرتے ہوئے قانونی حیثیت کا درجہ دے دیا۔ اپوزیشن کی مخالفت روکنے کے لئے سی یو پی حکومت نے عثمانی عائلی قانون ۱۹۱۷ء کو عارضی قانون قرار دے کر بحث و مباحثے کے بغیر نافذ کردیا باالفاظ دیگر آرڈیننس کی صورت میں نافذ کردیا گیا۔[6] آبادی کے نظم ونسق کے نام پہ شہریوں کے خاندانی معاملات تدریجاریاستی نگرانی میں لے لئے گئے۔ وزارت داخلہ نے مسلم وغیر مسلم غیر ملکی شہریوں کے خاندانی مقدمات کا عثمانی عدالتوں میں سماعت کا باضابطہ اعلان کردیا۔ درحقیقت ، یہ اعلان عثمانی عائلی قانون ۱۹۱۷ء کی تدوین وتنفیذ کی طرف آخری مرحلہ تھا۔[7] روس میں مقیم مسلمانوں کے لئے خواتین کے معاملات پر مفصل رپورٹ کازان اورماسکو میں کانگریس کی جنرل اسمبلی میں پیش ہوئی جسے عثمانی قوم پرستوں نے نمونہ لیا۔[8] ۔خاندانی قانون میں اصلاحات کے لئے سی یو پی کی کانگریس میں زیا گوکالپ نے آواز اٹھائی اور ۳۰ دسمبر ۱۹۱۷ء کو

---

[1] *Mehmet Akif Aydın, "Historical Evolution of Family Law in the Ottomans" Turkish Family in the Process of Socio-Cultural Change, Vol 2, (Ankara: Emek Newspaper and Printing Ltd., 1992),"P: 435-437.*

[2] *The Committee of the Union and Progress (CUP), organized by the Young Turks first as a secret organization, emerged as the ruling political party during the Second Constitutional Period. CUP*

[3] *Gülnihal Bozkurt, "Adoption of Western Law in Turkey"P: 167.*

[4] *Ziyaeddin Fahri Fındıkoğlu, "Essay on the Transformation of the Family Code in Turkey" (Paris: Editions Berger-Levrault, 1936),p: 42.*

[5] *Gottard Jaeschke, New Islamism in Turkey (Ankara: Bilgi Yayınevi, 1972),p: 23.*

[6] *Şükrü Hanioğlu, A Brief History of the Ottoman Empire (Princeton: Princeton University Press, 2008).P: 163.*

[7] *Dâhiliye Nezâreti Emniyet-i Umumiye, Ecânib Kalemi (Ministry of Internal Affairs, Police Department, Ecânib Kalemi) 34 48, A1, 15 March 1917.*

[8] *Uriel Heyd, The Origins of Turkish Nationalism (Ankara: Ministry of Culture Publications1979),P: 42.*

عثمانی عائلی قانون کے اصول وضوابط تیار کئے گئے۔[1] وزیر خارجہ موسی کاظم سمیت قانون ساز ممبران نے ۲۰ مضامین پہ مشتمل طریقہ کار کی تفصیلات مرتب کیں۔[2] جنگ کی فضاء میں مرتب مسودہ میں "قومیت" کے لفظ کو بعدازاں "مذہب" سے تبدیل کردیا گیا۔ مذکورہ اصول وضوابط کے تحت مسلم و غیر مسلم شہریوں کو مذہبی راہنماؤں/عدالتوں سے شادی کی اجازت کا سرٹیفکیٹ کا حصول اور آٹھ دن کے اندر آبادی افسر کو مطلع کرنا ضروری قرار دیا گیا۔[3] اس ضابطہ اخلاق اور آبادی قانون کا مقصد نکاح وطلاق کے معاملات کو زیادہ منظّم کرنا تھا۔[4]

عثمانی عائلی قانون ۱۹۱۷ء کا ڈھانچہ

۱۹۱۷ء کا عثمانی عائلی قانون دو الگ حصوں پہ مشتمل ہے۔ پہلا حصہ شادی سے متعلق ہے جس میں ۱۶ ابواب، ۱۵ دفعات اور ۱۰۱ مضامین ہیں جبکہ دوسرا حصہ طلاق سے متعلق ہے جس میں ۳ ابواب، ۵ دفعات اور ۵۶ مضامین ہیں۔ اس طرح مجموعی طور پر اس قانون میں ۱۵۷ مضامین ہیں۔ پہلے حصے میں منگنی، شادی کی عمر، اندراج، کثرت ازدواجی، مہر اور نفقہ کے معاملات ہیں۔ دوسرے حصے میں تنسیخ، طلاق۔ عدت اور بعد از عدت کے نفقہ وغیرہ کو شامل کیا گیا ہے۔ ۱۳، ۷، ۲ اور ۵ نمبر مضمون میں یہودیوں اور عیسائیوں کے خاص متعلقہ جبکہ ۱۱۵ مضامین مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مشترک ہیں، ۱۳۴ مضامین مسلمانوں اور یہودیوں میں مشترک ہیں اور تینوں مذاہب کے لوگوں کے لئے ۹۷ مضامین مشترک ہیں۔[5]

پاکستانی عائلی قانون ۱۹۶۱ء

انگریز کی حکومت سے قبل مغل ادوار میں شرعی قوانین کے تحت عدلیہ اور انتظامیہ کے امور دیکھے جاتے تھے۔ موجودہ پاکستانی عائلی قانون مذہبی روایات اور مدون قوانین کا اخلاط ہے۔ محمڈن لاء نے صراحتاً عائلی معاملات

---

[1] *Ramazan Boyacıoğlu, "Transition from Caliphate to Directorate of Religious Affairs," (PhD Dissertation, Ankara University, 1992), 65-68; J.H. Kramers, 1993, İA, XI, " Shaykh al-Islam ,p:489.*

[2] *Ordinance on the administrative proceedings under the Family Law Decree, see: Düstur, Composition 2, vol.10, İstanbul: Foundations Printing House, 1928, 52. Also İ.DUİT 94 9, 30 December 1917.*

[3] *Cem Behar, "Neighborhood Nuptials: Islamic Personal Law and Local Customs- Marriage Records in a Mahalle of Traditional İstanbul (1864–1907),"P: 537–559.*

[4] *Mehmet Akif Aydın, "Islamic-Ottoman Family Law" (Istanbul: Marmara University Faculty of Theology Foundation Publications, 1985).P: 138-139.*

[5] *Ebru Kayabaş, "The imperial decree on Family Law"(Istanbul University / Institute of Social Sciences / Department of Public Law), P:52–53.*

کو قدیم فقہاء کے ذخیرہ پہ منحصر کردیا پھر مسلم شریعت اپلیکیشن ایکٹ نے عائلی مقدمات کو شخصی قانون کے تحت کرنے کی بنیاد ڈالی لیکن زیادہ تر حصہ عدالتی تشریحات کے رحم و کرم پہ ہی رہا۔ عورتوں نے تشدد، لاغیریت پسندی، نفرت، عدم برداشت، صنفی عدم مساوات اور امتیازی سلوک کی بنا پہ اصلاحات کے لیے آواز اٹھائی۔ قیام پاکستان کے بعد سیاسی عدم استحکام آئینی و قانونی تاخیر کا باعث بنا۔ اسی سیاسی وجوہ کی بنیاد پہ عائلی قوانین کی تحریک نے جنم لیا جیسے ہی ملک کے وزیر اعظم نے دوسری شادی رچائی آل پاکستان ویمن ایسوسی ایشن اور یونائیٹڈ فرنٹ فار ویمن رائٹس کی تحریکوں نے خواتین کے حقوق کے لئے آواز اٹھائی نتیجہ ایک عائلی کمیشن تشکیل پایا۔[1] کمیشن کی تشکیل، قابلیت اور طریقہ کار وغیرہ سمیت کئی نکات پہ مولانا احتشام الحق نے تنقیدی نوٹ لکھا۔ ملک بھر میں مذہبی طبقات نے تحریک چلائی لیکن کمیشن کا مسودہ کو صدارتی آرڈیننس کے ذریعے نافذ کردیا گیا۔ مفتی محمد شفیع نے باقاعدہ صدر صاحب سے خط و کتابت کی اور مناسب ترامیم و تجاویز کی طرف توجہ مبذول کروائی جنہیں وقتی وزارت قانون کے سپرد کرکے قیمتی آراء سے صرف نظر کی گئی۔[2] علاوہ ازیں مذکورہ آرڈیننس کو آئین کے پہلے شیڈول (رائیڈر کلاز) میں تحفظ دے دیا گیا۔ اسمبلی میں بحث کے نتیجہ می اسلامی مشاورتی کونسل بعد ازں اسلامی نظریاتی کونسل کو بھیجا گیا۔ کونسل میں مولانا جعفر پھلواری کی آراء حمایت میں جبکہ باقی ممبران کی آرا مخالفت میں تھیں۔ کونسل نے اپنی سفارشات مجلس قانون ساز کو ارسال کیں جو تاحال سرخ فیتہ کی زینت ہیں۔[3]

پاکستانی عائلی قانون ۱۹۶۱ء کا ڈھانچہ

پاکستان عائلی قانون آرڈیننس ۱۹۶۱ء کے نام سے منسوب ہے اس قانون میں کل ۱۱ دفعات ہیں جو وراثت، رجسٹریشن، کثیر زوجگی، طلاق، تنسیخ نکاح، نفقہ اور مہر جیسے امور سے متعلقہ ہیں۔ پاکستان عائلی قانون پاکستانی آرڈیننس ۱۹۶۱ میں شادی کی رجسٹریشن اور وراثت کے علاوہ کسی دفعہ پہ مکمل عملدرآمد نہیں ہوتا۔ نہ مناسب حق مہر

---

[1] عائلی قوانین کمیشن ۱۹۵۴ نوٹیفکیشن نمبر ۱۸(۱) ۵۴

Family Laws Commission 1954, notification no 18(1)54

[2] مفتی محمد شفیع، جواہر الفقہ، (مکتبہ دارالعلوم: کراچی، ۲۰۱۰ء)، ۴/ ۳۱۴

Mufti Muhammad Shafi, Jawahir ul Fiqh, (Bookshop Dar ul uloom: Karachi, 2010), vol.4, p.314

[3] اسلامی نظریاتی کونسل، فیملی لاز آرڈیننس جائزہ ۱۹۶۴ء

Council of Islamic Ideology, Comments on Family Laws Ordinance 1964,

ملتا ہے اور نہ ہی بعض اوقات عورت شوہر کی طرف سے دی گئی زبانی طلاق کو معاشرے اور عدالت کے سامنے ثابت کر پاتی ہے۔ اکثر نکاح نامے کے خواتین کے متعلق کالم خواتین کی مرضی پوچھے بغیر مکمل کیے جاتے ہیں اور کچھ کو کراس کر دیا جاتا ہے ۔ علماء کی مخالفت کے باوجود پاکستانی معاشرے کا سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ متنازعہ قانون ہے ۱۹۵۶ کے ۷رکنی عائلی کمیشن کی تجاویز پہ مشتمل یہ مسودہ قانون کی حیثیت حاصل کرچکا بلکہ آئینی اسلامی ادارے اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت کے فیصلوں کو بھی نظر انداز کیا گیا اور بدستور ایسے فیصلوں کے خلاف اپیلیں اعلی عدالتوں میں زیر التواء ہیں۔

تحلیلی و تقابلی جائزہ

عثمانی عائلی قانون ۱۹۱۷ء کی خصوصیات

خلافت عثمانیہ نے معاشرتی ترقی اور جنسی مساوات کے پیش نظر حقوق نسواں کے لئے خاندانی قوانین میں اصلاحات متعارف کیں۔ سرکاری روایتی حنفی مذہب جدید عصری مسائل پہ نسبتا سخت تھا۔ عدالتی تنسیخ اور نفقہ وغیرہ کے معاملات میں خواتین کے لئے عدالتی رسائی مشکل تھی۔خواتین کو حقوق و سہولت والی تمام مذاہب کی آراء سے استفادہ کے لئے اصول فقہ کے طریقہ کار "تلفیق وتخیر" کو اختیار کیا گیا۔ جیسے بالغ عورت کو سرپرست کے بغیر شادی کرنے کی اجازت حنفی مذہب پہ مبنی حق دیا جبکہ تنسیخ ازدواج کے لئے مالکی و حنبلی مذاہب پہ مبنی حق دیا۔علاوہ ازیں شوہر کے حق طلاق، تعدد ازدواج اور تفویض طلاق وغیرہ کی شرائط متعارف کروائیں۔[1]خلافت عثمانیہ کے شہری مسلم و غیر مسلم کسی ضابطہ کی بجائے اپنی مذہبی روایات کے تحت خاندانی معاملات دیکھتے تھے۔[2] عثمانی عائلی قانون ۱۹۱۷ء کئی ایک خصوصیات کا حامل قانون تھا۔یہ پہلا مسلم تاریخی خاندانی قانون تھا جو مغربی ڈھانچہ میں شرعی اصولوں پہ مدون کیا گیا۔ سرکاری روایتی حنفی مذہب کے علاوہ دیگر فقہی مذاہب بلکہ انفرادی آراء کے مسلم فقہی ذخیرہ سے بھی استفادہ کیا گیا۔ مزید برآں اس میں یہودیوں اور عیسائیوں کے خاندانی معاملات پہ خصوصی دفعات موجود تھیں۔[3]. یہ قانون روایتی فقہ سے جدید

---

[1] *Seval Yildirim, “Aftermath of a Revolution: A Case Study of Turkish Family Law,” Pace Int'l L. Rev. Volume.17, issue.2 (2005)p: 347.*
[2] *Darina, “Matching Sharia and 'Governmentality': Muslim Marriage Legislation in the Late the Ottoman Empire,” Pisa: Polus-Pisa University Press, (2009), P:153.*
[3] *Abduh Jamīl ‘Aḍhūb (2005), Pp.18-19; S. Maḥmaṣānī (1965). Op. Cit., pp. 192-195; H. S. Amin (1985). Op. Cit., pp. 167-168.*

قانون سازی تک سنگ میل سے موسوم کیا گیا۔[1] مسلم خاندانی قانون مختلف فقہ کی کتابوں میں موجود تھا اس دستاویز میں جدید قانونی دفعاتی شکل میں منظم طریقے سے نافذ کیا گیا تھا جو بعد ازاں دنیا کے مختلف مسلم آبادی والے ممالک بالخصوص مشرق وسطی میں متعدد ریاستوں کے خاندانی ضابطوں کا نمونہ بن گیا۔[2]

پاکستانی اور عثمانی عائلی قوانین کی مشترک و متفرق دفعات

مذکورہ دونوں قوانین کی تدوین حکومت کے تشکیل کردہ کمشین کی تجاویز پہ ہوئی اگرچہ پاکستانی کمیشن پہ اختلافی نوٹ نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ ہر دو مسودہ کے اسباب سے اغراض تک مماثل ہیں۔ دونوں کا بنیادی مقصد عورتوں اور بچوں کو انسانی بنیادوں پہ مساوی حقوق کی فراہمی اور تشدد و بدسلوکی سے تحفظ دینا تھا۔ پاکستانی آرڈیننس ۱۹۶۱ اور عثمانی قانون ۱۹۱۷ء میں مشترک و مفترق دفعات یہ ہیں:۔ رجسٹریشن نکاح، تعداد ازدواج، تفریق و تنسیخ، نوٹس طلاق، نفقہ اور مہر کے متعلقہ دفعات دونوں قوانین میں موجود ہیں۔ کم عمری کی شادی کی دفعہ آرڈیننس میں نہیں ہے لیکن قانون ازدواج ۱۹۲۹ء میں موجود ہے۔ پاکستانی آرڈیننس ۱۹۶۱ء میں وراثت کی دفعہ شامل ہے جبکہ عثمانی قانون میں ایسی کوئی شق موجود نہیں ہے۔

عثمانی عائلی قانون ۱۹۱۷ء کی امتیازی دفعات

پاکستانی آرڈیننس ۱۹۶۱ میں صرف ایک وراثت کی شق امتیازی ہے جبکہ عثمانی قانون کئی ایک ممتاز دفعات کا حامل قانون ہے جن میں سے چند یہ ہیں:۔ منگنی، رضامندی، عدالتی استثناء، ولی کا اختیار، کفو، اعلان نکاح، گواہ، بعد از طلاق نفقہ اور زبردستی واکراہ کی طلاق وغیرہ سے متعلقہ دفعات قابل ذکر ہیں۔

مذکورہ قوانین کی دفعات کا شرعی و قانونی تجزیہ

تحدید عمر اور رجسٹریشن

پاکستانی آرڈیننس ۱۹۶۱ میں شادی کی عمر کی تحدید نہیں ہے البتہ قانون ازدواج ۱۹۲۹ میں ۱۸ اور ۱۶ سال بالترتیب لڑکے اور لڑکی کے لئے ہے اس کے ساتھ طریقہ کار رجسٹریشن وغیرہ کا ذکر ہے اس کے مقابل عثمانی قانون میں شادی

---

[1] *Tahir Mahmood termed this point as the point of departure from conventional fiqh (classic) to modern legislation (Magazine of Religious Courts, 2015: 8)*

[2] *Anderson, J.N.D., Law Reform in the Muslim World (London: Athlone Press, 1976), pp. 48–50, or Coulson, Noel, History of Islamic Law (Edinburgh: Edinburgh University Press, 1964), pp. 184–6.*

کی عمر لڑکے کے لیے 18 اور لڑکی کے لیے 17 سال مذکور ہے۔[1] عثمانی عائلی قانون میں کم عمری کی شادی کے لئے عدالتی استثناء بھی موجود ہے۔ علاوازیں متعلقہ یونین کونسل سے سرٹیفکیٹ کا حصول لازمی قرار دیا گیا ہے۔ کم عمری کی شادی کے ممنوع قرار دینے اور رجسٹریشن و سرٹیفکیٹ وغیرہ شرعی اور قانونی ہر دو پہلو سے درست بلکہ قابل تحسین ہیں۔ پاکستانی آرڈیننس ۱۹۶۱ کی طرح عثمانی قانون میں بھی کم عمری کی شادی والدین اور نہ ہی عدالت کر سکتی ہے بلکہ ایسا کرنے پہ تعزیری سزا دی جائے گی۔ ایسی دفعات ہر دو پہلو سے درست بلکہ استحصال کے خاتمہ کے لیے ضروری ہیں۔[2]

عدالتی استثناء

پاکستانی آرڈیننس ۱۹۶۱ میں مطلّقاً کم عمری کی شادی منع قرار دی گئی ہے جبکہ عثمانی قانون ۱۹۱۷ میں مراہق کی تقسیم کا بھی ذکر ہے اور کم عمر جسمانی طور پہ شادی کے قابل بچوں کا معاملہ میں عدالت کی اختیار دیا گیا ہے۔ عثمانی قانون کی دفعہ پاکستانی قانون کی نسبت زیادہ شریعت کی مطابق اور انصاف کے اصولوں پہ مبنی ہے۔[3]

ولی کا اختیار اور کفو

شادی کے لیے ولی کے اختیار اور کفو کو اسلام نے جو اہمیت دی ہے اس کا اہتمام پاکستانی آرڈیننس ۱۹۶۱ کی نسبت عثمانی قانون ۱۹۱۷ میں زیادہ موثر نظر آتا ہے۔آزادانہ رضامندی سے شادی کے حق کیساتھ ساتھ ولی سے مشاورت اور غیر کفو کی صورت میں بذریعہ عدالت حق تنسیخ دیناشرعاو قانونا دونوں پہلووں سے درست ہے۔[4]

ذہنی معذور بچوں کا نکاح

---

[1] قرار حقوق العائلۃ فی النکاح المدنی والطلاق، (دار ابن حزم: لبنان، ن۔د)، دفعہ:۴

Qarar Huquq Al-Aylah fi al-nikah wa al-Talaq, (Dar Ibn e Hazm: Lubnan), section.4

[2] فیملی لاز آرڈیننس ۱۹۶۱ء

Family Laws Ordinance 1964

[3] قرار حقوق العائلۃ فی النکاح المدنی والطلاق، مقدمہ، دفعہ:۵

Qarar Huquq Al-Aylah fi al-nikah Al-Madni wa al-Talaq, preamble, section.5

[4] ایضا۔ دفعہ:۴۵

Ibid. section 45

کم عمری کی شادی اور ولی کے اختیارات کا انحصار بچوں کی فلاح و بہبود کے جذبے پر ہوتا ہے۔ چونکہ بلوغت سے پہلے شادی کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے لہٰذا اس کی اجازت نہیں ہے۔ عثمانی قانون ۱۹۱۷ میں مذہب حنفی کے برعکس، ذہنی طور پر ناقص بچوں کے معاملات میں فیصلے کے لئے عدالت کو صوابدید دی۔ عدالت اس بات کا جائزہ لے گی کہ شادی کی ضرورت ہے یا نہیں۔ یہ دفعہ بھی شرعا و قانونا درست بلکہ حقوق کی محافظ ہے۔[1]

اعلان نکاح

اسلام نے خفیہ تعلقات سے منع کیا ہے اور شادی کے اعلان کا صراحتا حکم فرمایا ہے اس حکم پہ مبنی عثمانی قانون ۱۹۱۷ کی اعلان نکاح کی دفعہ قانونا بھی حقوق و فرائض کی محافظ دفعہ ہے۔[2]

گواہ

پاکستانی آرڈیننس ۱۹۶۱ کے برعکس عثمانی قانون ۱۹۱۷ میں شادی کے گواہ پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے لیکن یہاں بھی گواہوں کی صنف سے متعلق الجھن ہے کیونکہ اسلامی قانون میں بتایا گیا ہے کہ صرف ایک مرد یا دو خواتین گواہ ہی شادی کے گواہ ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ، گواہ کے لئے لازم ہے کہ وہ وہی زبان بولیں لیکن مذکورہ قانون میں ایسی کوئی صراحت نہیں ہے۔ لہٰذا اس میں شرعی و قانونی تشنگی باقی ہے۔

تعدد ازدواج

کثرت زوجگی پہ پاکستانی آرڈیننس ۱۹۶۱ میں متعلقہ یونین کونسل سے اجازت کیساتھ ساتھ پہلی بیوی سے اجازت بھی ضروری قرار دیا گیا ہے جبکہ عثمانی قانون ۱۹۱۷ میں بیوی دوسری شادی کو مشروط کر سکتی ہے اور اس بنیاد پہ طلاق بھی لے سکتی ہے۔ ان دفعات میں عثمانی قانون کی دفعہ شرعا و قانونا درست ہے بلکہ صنفی مساوات کو اجاگر کرتی ہے جبکہ پاکستانی قانون میں بیوی کی اجازت لینا غیر شرعی امر ہے۔[3]

زوجین کے حقوق و فرائض

---

[1] قرار حقوق العائلۃ فی النکاح المدنی والطلاق، مقدمہ، دفعہ: ۹

Qarar Huquq Al-Aylah fi al-nikah Al-Madni wa al-Talaq, preamble, section:9

[2] ایضا، دفعہ: ۳۳

Ibid. section 33

[3] ایضا، دفعہ: ۳۸

Ibid. section 38

پاکستانی آرڈیننس ۱۹۶۱ کے برعکس عثمانی قانون ۱۹۱۷ میں زوجین کے حقوق و فرائض اور ذمہ داریوں کا تعین بھی کیا گیا ہے۔ جیسے مہر کی ادائیگی، بیوی کا خاوند کیساتھ رہائش رکھنا، بیوی کی رضامندی کے بغیر، شوہر کسی رشتے دار کو قانونی بچوں کے علاوہ گھر میں نہیں رکھ سکتا وغیرہ۔ مزید یہ کہ باہمی افہام و تفہیم اور ایک دوسرے کے ساتھ اچھے سلوک کا مظاہرہ، اور بیوی کا اپنے شوہر کی اطاعت کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ایسی دفعہ شرعی و قانونی ہر دو پہلو سے قابل ستائش اور مقاصد نکاح اور رشتہ زواج کو مضبوط بناتی ہے۔

خلع

پاکستانی آرڈیننس ۱۹۶۱ میں خلع کا کوئی مختص ذکر نہ ہے جس سے کئی مسائل جنم لیتے ہیں جبکہ عثمانی قانون میں باقاعدہ خلع کو ذکر ہے لیکن اس میں بھی تفصیلی طریقہ کار اور اس کے اثرات کی تشنگی باقی ہے۔ اسلام نے خلع کے ذریعے عورت کے حقوق کو تحفظ دیا ہے لہذا اس پہ موثر دفعات شرعاً و قانوناً متقاضی وقت ہیں۔

مہر

پاکستانی آرڈیننس ۱۹۶۱ میں مہر کی ادائیگی کے علاوہ کچھ ذکر نہیں ہے جبکہ عثمانی قانون ۱۹۱۷ میں بھی مہر کے بارے میں کم از کم حد نہ ہی بالائی حد کا ذکر کیا گیا ہے۔ البتہ مہر کا لازم ہونا اور قبضہ صراحتاً عورت کا حق تسلیم کیا گیا ہے مہر کے بارے میں تنازعہ پیدا ہونے پر ۸۷ویں آرٹیکل میں شوہر کے الفاظ کو تسلیم کیا گیا۔ شرعاً و قانوناً دونوں پہلوں سے یہ دفعات عورتوں کے بنیادی حقوق کو تحفظ فراہم کرتی ہیں۔[1]

نفقہ

پاکستانی آرڈیننس ۱۹۶۱ مطلقاً نفقہ کا ذکر کرتا ہے جبکہ عثمانی قانون ۱۹۱۷ خاوند کی وفات یا طلاق کی صورت میں عدت کے نفقہ کے احکام کا تفصیلی ذکر کرتا ہے۔ ماسوائے آرٹیکل ۱۴۰ کے عثمانی قانون ۱۹۱۷ کے تمام آرٹیکلز حنفی مذہب پہ مبنی ہیں۔ آرٹیکل ۱۴۰ مالکی مذہب کی بنیاد رکھتا ہے۔ آرٹیکلز ۱۵۰ سے ۱۵۷ نفقہ کے مزید احکام کی تصریح کرتے ہیں بلکہ بعد از طلاق نفقہ کا بھی حق دیا گیا ہے۔ شرعی و قانونی دونوں پہلوں سے عثمانی دفعات عورتوں کو زیادہ حقوق فراہم کرتی ہیں۔[2]

---

[1] قرار حقوق العائلۃ فی النکاح المدنی والطلاق، مقدمہ، دفعہ: ۸۰۔۸۷

Qarar Huquq Al-Aylah fi al-nikah Al-Madni wa al-Talaq, preamble, section:80.87

[2] ایضاً، دفعہ، ۹۲۔۱۰۱

نکاح کی اقسام

پاکستانی آرڈیننس ۱۹۶۱ میں شادی کی اقسام کا کوئی ذکر نہ ہے جبکہ عثمانی قانون ۱۹۱۷ میں بھی ماسوائے غیر مسلم کیساتھ شادی کے شادی کی اقسام فاسد اور باطل میں کوئی فرق نہیں رکھا گیا جبکہ اس کی تقسیم پہ کئی شرعی و قانونی احکام منضبط ہوتے ہیں۔

جبری، اکراہ اور سکران کی طلاق

پاکستانی آرڈیننس ۱۹۶۱ میں زبردستی، اکراہ اور نشہ کی حالت میں دی گئی طلاق کا کوئی فرق نہیں رکھا گیا جبکہ عثمانی قانون ۱۹۱۷میں کسی شرابی آدمی کی طلاق یا زبردستی طلاق کو تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ عثمانی قانون کی دفعات شرعی و قانونی ہر دو پہلو سے اسلامی وسعت اور عورتوں کے حقوق کی مظہر ہیں۔[1]

تنسیخ نکاح کی وجوہ

پاکستانی آرڈیننس ۱۹۶۱ میں صراحتا کسی وجہ کا ذکر نہیں ہے البتہ علیحدہ سے مسلم شادیوں کا تصفیہ قانون، ۱۹۳۹ میں چند وجوہات کو بیان کیا گیا ہے[2] جبکہ عثمانی قانون ۱۹۱۷ میں کئی ایک جامع وجوہات کو بنیاد بنا کر عورتوں کے استحصال کا خاتمہ اور حقوق کو تحفظ دیا گیا ہے۔اسلام اور قانون دونوں ہر قسم کے استحصال کا خاتمہ اور حقوق کی حفاظت کی یقینی بنانی والی دفعات کی تائید و توثیق کرتے ہیں۔[3]

عثمانی عائلی قانون ۱۹۱۷ء میں شادی کا مکمل طریقہ کار

عثمانی قانون میں شادی کی تقریب و اعلان سے پہلے، زوجین کو دو مراحل پر عمل کرنا چاہئے: پہلے انھیں اپنی رہائش گاہ میں بزرگوں کی کونسل سے، اس کے ذاتی اعداد و شمار کا تذکرہ کرتے ہوئے، سرٹیفیکیٹ حاصل کرنا ہوگا۔ مزید برآں، کسی بھی رکاوٹ کی صورت میں، کونسل کو اس کی وجوہات کا اعلان کرنا ہوگا۔ ثبوت کا سرٹیفکیٹ بر تھ سرٹیفکیٹ کے

Ibid. section 92-101

[1] قرار حقوق العائلۃ فی النکاح المدنی والطلاق، مقدمہ، دفعہ: ۱۰۱۔۱۰۵

Qarar Huquq Al-Aylah fi al-nikah Al-Madni wa al-Talaq, preamble, section:101.105

[2] قانون انفساخ ازدواج، ۱۹۳۹

Dissolution of Muslim Marriages act 1939

[3] قرار حقوق العائلۃ فی النکاح المدنی والطلاق، دفعہ ۱۱۹۔۱۱۳

Qarar Huquq Al-Aylah fi al-nikah Al-Madni wa al-Talaq, section.119-131

ساتھ کسی بھی فریق کے مقامی جج کو پیش کیا جاتا ہے۔ کسی رکاوٹ کی صورت میں جج شادی کی درخواست سے انکار کر سکتا ہے بصورت دیگر شادی کا عوامی سطح پر اعلان کر دے۔ جہاں سرپرست کی رضامندی غائب ہے، انہیں بھی عدالت میں مدعو کیا جائے گا۔ لوگوں کے لئے عدالت میں اپیل دائر کرنے کے لئے دس دن تک انتظار کی مدت ہے۔ اعلان کے بعد، یہ تقریب یا تو عدالت میں ہوتی ہے یا جج کی طرف سے مقرر کردہ جگہ اور عدالت کے ذریعہ کسی افسر کو تقریب میں شرکت کرنا ہوتی ہے۔ ایک جج یا جس نے نکاح کا اعتراف کیا ہے اس میں اقدام (معاہدہ) تیار ہوتا ہے جس میں مہر کی رقم، بیوی یا شوہر کی شرائط اور فریقین کی شناخت ہوتی ہے۔ مذہبی افسر کے ذریعہ سرٹیفکیٹ کی جانچ پڑتال کے بارے میں بات کی گئی ہے اور ایسے افسر کو ۲۴ گھنٹوں میں مقامی عدالت میں رپورٹ کرنا پڑتا ہے۔ مقامی عدالت ایک افسر کو تقریب کے لئے بھیجتی ہے اور اس شادی کا ریکارڈ رکھتی ہے۔ حکام کو آگاہ کرنے میں ناکامی کی صورت میں، طے شدہ طریقہ کار پر عمل کیے بغیر ایک سے چھ ماہ کے درمیان قید رکھا جائے گا۔[1]

پاکستانی عائلی قانون ۱۹۶۱ء میں شادی کا مکمل طریقہ کار

پاکستانی آرڈیننس ۱۹۶۱ بھی عثمانی قانون ۱۹۱۷ شادی کی رجسٹریشن کے لئے، یونین کونسل ایک یا زیادہ افراد کو لائسنس دے گی، جسے نکاح رجسٹرار اندراج کرے گا۔ اس کی خلاف ورزی پہ تین ماہ تک کی توسیع کی سزا یا جرمانہ ہو سکتا ہے جس میں ایک ہزار روپے تک کی توسیع ہو سکتی ہے، یا دونوں کے ساتھ۔ نکاح نامہ اندراجات کیساتھ یونین کونسل کے پاس محفوظ ہوتا ہے اور نکاح نامہ کی کاپیاں فریقین کو فیس کی ادائیگی کیساتھ فراہم کی جاتی ہیں۔ کوئی بھی شخص، مقررہ فیس کی ادائیگی پر متعلقہ یونین کونسل سے محفوظ ریکارڈ کا معائنہ کر سکتا ہے یا اس کی کاپی حاصل کر سکتا ہے۔ دوسری شادی بغیر ثالثی کونسل سے تحریری طور اجازت کے اندراج میں نہیں لائے جائے گی۔ دوسری شادی کی جازت کے لیے درخواست، مقرر کردہ فیس کے ساتھ، وجوہات کیساتھ اور پہلی بیوی کی رضامندی کا حصول بھی لف ہو، مقررہ انداز میں متعلقہ چیئرمین کو پیش کی جائے گی۔ نکاح کا رجسٹرار نکاح نامہ کے تمام کالم دلہا یا دلہن کے مخصوص جوابات کے ساتھ درست طریقے سے پُر کرے گا۔ اگر کوئی شخص اس طریقہ کار کی خلاف ورزی کرتا ہے تو مہر کی فوری ادائیگی کیساتھ ساتھ تعزیری سزا بھی دی جاتی ہے۔

---

[1] قرار حقوق العائلة فی النکاح المدنی والطلاق، مقدمہ

Qarar Huquq Al-Aylah fi al-nikah Al-Madni wa al-Talaq, preamble

اختتامی نکات وتجاویز

فرد کی پیدائش سے وفات تک معاملات عائلی قوانین سے منسلک ہیں۔ دور جدید کی شب و روز تبدیلی کی مطابقت میں عورتوں اور بچوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے عائلی قوانین میں ترمیم و اضافہ کی ازحد ضرورت ہے۔ پاکستانی عائلی قانون ۱۹۶۱ء اور عثمانی عائلی قانون ۱۹۱۷ء دونوں دور جدید کی موافقت میں کی جانے والی اصلاحات ہیں۔ دونوں قوانین کی تسدید وتدوین سے قبل ایک کمیشن تشکیل دیا گیا اور اس کمیشن کی سفارشات کو قانونی شکل دی گئی۔ کمیشن کی تشکیل و طریقہ کار میں بھی مماثلت پائی جاتی بلکہ تنفیذ میں بھی مشابہت موجود ہے۔ نسبتاً عثمانی عائلی قانون 1917ء مفصل اور مؤثر قانون سازی ہے جبکہ پاکستانی عائلی قانون 1961ء ایک مختصر اور مبہم دستاویز ہے۔ دونوں قوانین میں عصر حاضر کے متعلقہ کئی مسائل کی دفعات موجود نہیں ہیں جیسے حضانت، رضاعت، اور مہر کی کم از کم مقدار اور مؤثر ادائگی وغیرہ۔ البتہ عثمانی عائلی قانون ۱۹۱۷ء اصول وطریقہ کار 'تلفیق وتخیر' سے راہنمائی لی جاسکتی ہے۔ عائلی قوانین میں اصلاحات کے لئے عثمانی عائلی قانون ۱۹۱۷ء سے استفادہ کرکے درج ذیل نکات پہ قانون سازی کی جاسکتی ہے:

1. پاکستانی عائلی قوانین پہ نظر ثانی کے لئے ایک کمشین تشکیل دیا جائے جس میں علماء اور قانون دان حضرات کو متناسب نمائندگی دی جائے۔
2. بچوں کی تحویل اور متبنی کے معاملات، نفقہ ومہر اور وراثت کی مؤثر ادائیگی کے طریقہ کار پہ باقاعدہ دفعات متعارف کیں جائیں۔
3. مہر کی کم از کم مقدار کا تعین ہونا چاہیئے تاکہ عورتوں کو استحصال سے بچایا جاسکے۔
4. قانونی تسدید میں حنفی فقہ کے علاوہ دوسرے مذاہب سے بھی عصر حاضر کی مطابقت میں آراء اختیار کی جائیں۔
5. عصر حاضر کے مسائل سے متعلق راجح ومرجوح اقوال پہ از سرنو غور وفکر کیا جائے۔
6. طلاق کے بڑھتے ہوئے تناسب کو روکنے کے لئے شرائط وقیود عائد کی جائیں جیسے گواہی یا نشہ اور جبری طلاق وغیرہ۔

مصادر ومراجع

1. النسائی، احمد بن شعیب، سنن نسائی، کتاب المزارعۃ والوثائق، مطبوعہ نظامی: لاہور، ن۔د

Al-Nisai, Ahmed bin Shuaib, Sunan an-Nasa'i, Chapter: Al-Muzari'a wl-wsa'iq,Nizami Publisher: Lahore

2. اسلامی نظریاتی کونسل، فیملی لاز آرڈیننس جائزہ ۱۹۶۴ء

Council of Islamic Ideology, Comments on Family Laws Ordinance 1964

3. عائلی قوانین کمیشن ۱۹۵۴ نوٹیفکیشن نمبر ۱۸(۱)۵۴

Family Laws Commission 1954, notification no 18(1)54

4. مسلم فیملی لاز آرڈیننس ۱۹۶۱ء

Muslim Family Laws Ordinance 1964

5. قرار حقوق العائلة فی النکاح المدنی والطلاق، دار ابن حزم: لبنان, ن۔ د

Qarar Huquq Al-Aylah fi al-nikah wa al-Talaq, Dar Ibn e Hazm: Lubnan, section.4

6. قانون انفساخ ازدواج ۱۹۳۹

Dissolution of Muslim Marriages act 1939

7. مفتی محمد شفیع، جواہر الفقہ، مکتبہ دارالعلوم: کراچی, 2010

Mufti Muhammad Shafi, Jawahir ul Fiqh, Bookshop Dar ul uloom: Karachi, 2010.

8. ندوی, سلیمان، یوپی مجلس قانون ساز، **معارف**، (دہلی) شمارہ نمبر 5 ، (۱۹۲۰ء)

Nadwi, Suleiman, UP Legislative Assembly, Ma'arif,(dehli) vol no.5,1920

9. *Anderson, J.N.D., Law Reform in the Muslim World (London: Athlone Press, 1976), pp. 48–50, or Coulson, Noel, History of Islamic Law ,Edinburgh: Edinburgh University Press, 1964, pp. 184–6.*

10. *Abduh Jamīl 'Aḍhūb (2005), Pp.18-19; S. Maḥmaṣānī (1965). Op. Cit., pp. 192-195; H. S. Amin (1985). Op. Cit., pp. 167-168*

11. *Cem Behar, "Neighborhood Nuptials: Islamic Personal Law and Local Customs- Marriage Records in a Mahalle of Traditional İstanbul (1864–1907).*

12. *Donald Quataert, The Ottoman Empire 1700–1922,New York: Cambridge University Press, 2005*

13. *Darina, "Matching Sharia and 'Governmentality': Muslim Marriage Legislation in the Late the Ottoman Empire," Pisa: Polus-Pisa University Press, (2009).*

14. *Dâhiliye Nezâreti Emniyet-i Umumiye, Ecânib Kalemi ,Ministry of Internal Affairs, Police Department, Ecânib Kalemi , 34 48, A1, 15 March 1917.*

15. *Eric R Dursteler , "Women in the Ottoman Empire" ,USA: Oxford University Press 2010*

16. *Ebru Kayabaş, "The imperial decree on Family Law", Istanbul University / Institute of Social Sciences / Department of Public Law*
17. *Gottard Jaeschke, New Islamism in Turkey (Ankara: Bilgi Yayınevi, 1972).*
18. *Kevin Goodwin, "The Tanzimat and the Problem of Political Authority in the Ottoman Empire: 1839-1876," Honors Projects Overview. 5. (2006).*
19. *Muhammad Tariq, Wajid Mehmood, Islamization in Colonial India, An Analysis Of The Sharia Bill 1934 In The North West Frontier Province, Journal of the Punjab University Historical Society Volume No. 32, Issue No. 2, July - December 2019*
20. *Mehmet Akif Aydın, "Islamic-Ottoman Family Law" (Istanbul: Marmara University Faculty of Theology Foundation Publications, 1985).*
21. *Mahmood, Muslim Personal law, 30; Karin, A. Deutsch, Darwin College, Muslim Women In Colonial North India Circa 1920-1947: Politics, Law And Community Identity, PhD Dissertation, University of Cambridge, July 1998).*
22. *Mehmet Akif Aydın, "Historical Evolution of Family Law in the Ottomans" Turkish Family in the Process of Socio-Cultural Change, Vol 2, (Ankara: Emek Newspaper and Printing Ltd., 1992).*
23. *Ordinance on the administrative proceedings under the Family Law Decree, see: Düstur, Composition 2, vol.10, İstanbul: Foundations Printing House, 1928, 52. Also İ.DUİT 94 9, 30 December 1917.*
24. *Roderic H Davison, Reform in the Ottoman Empire, 1856-1876, (New Jersey, United States: Princeton University Press 2016), 1-10.*
25. *Ramazan Boyacıoğlu, "Transition from Caliphate to Directorate of Religious Affairs," (PhD Dissertation, Ankara University, 1992), 65-68; J.H. Kramers, 1993, İA, XI, " Shaykh al-Islam.*
26. *Şükrü Hanioğlu, A Brief History of the Ottoman Empire (Princeton: Princeton University Press, 2008).*
27. *Seval Yildirim, "Aftermath of a Revolution: A Case Study of Turkish Family Law," Pace Int'l L. Rev. Volume.17, issue.2 (2005).*
28. *Tahir Mahmood termed this point as the point of departure from conventional fiqh (classic) to modern legislation (Magazine of Religious Courts, 2015: 8)*
29. *The Bengal Muhammadan Marriages and Divorces Registration Act, 1876.*
30. *Uriel Heyd, The Origins of Turkish Nationalism (Ankara: Ministry of Culture Publications1979).*

31. *Vuslat Devrim Altınőz, "The Ottoman Women's Movement: Women's Press, Journals, Magazines and Newspapers from 1875 to 1923." (Master of Arts, Faculty of Miami University, 2003).*

32. *Young Turks Turkish Nationalist Movement," Encyclopedia Britannica, accessed February 28, 2020, https://www.britannica.com/event/Tanzimat.*

33. *Zulfiqar, "Islamization of Laws: Various Determinants, Modern State and Codification.*

34. *Zanki, "Codification of Islamic Law Premises of History and Debates of Contemporary Muslim Scholars.*

35. *Ziyaeddin Fahri Fındıkoğlu, "Essay on the Transformation of the Family Code in Turkey" (Paris: Editions Berger-Levrault, 1936).*